Hayat-i-Amir
by
Sikandarali Khan

حیات امیر

یعنے

شاہ جوان دولت ہز میجسٹی امیر حبیب اللہ خان بہادر بادشاہ مملکت

خداداد افغانستان و حوالیہ و سراج الملت و الدین کے مفصل اور دلچسپ حالات

مصنفہ و مؤلفہ

منشی سکندر علی خان شیروانی از مہت پور تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور

بار اول ۱۹۱۲ء میں

باہتمام کارپردازان کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

التعلیم سٹیم پریس لاہور میں بابو نظام الدین پرنٹر کے اہتمام سے چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مدت سے دل میں یہ ارمان تھا کہ شاہ جوان دولت سراج الملت والدین ہز مجسٹی حبیب اللہ خان بہادر والیئے دولت خداداد افغانستان کے حالات پبلک میں پیش کروں۔ مگر بعض موانعات کی وجہ سے اب تک میں اس آرزو کو پورا نہ کرسکا۔ آخر جب ۱۹۰۷ء میں امیر صاحب ہندوستان میں بموقعہ سیاحت تشریف لائے تو میں نے اس وقت کو غنیمت سمجھا۔ اور جسقدر حالات معلوم ہوسکے قلمبند کیئے کئی سال گذر گئے مگر میں اس دوران میں بھی یہ لائف پبلک میں نہ لاسکا جس کا مجھے ایک حد تک افسوس ہے۔ اب میں ناظرین والاتمکین کی خدمت میں یہ سوانحعمری پیش کرتا ہوں امید ہے کہ معزز پبلک اس دلچسپ لائف کو جس میں ان کے ہمسایہ بادشاہ کے حالات ہیں شرف قبولیت بخشے گی ؞

گر قبول افتد زہی عز و شرف

مصنف

حیات امیر

امیر حبیب اللہ خاں کی نسب و ولادت

حضرت سراج الملت والدین ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان باپ کی طرف سے ابدالی النسل قبیلہ دُرانی صدوزئی کے بھتیجے، بارکزئی کے چشم و چراغ امیر کبیر دوست محمد خان کے پوتے ہیں جیسے آپ کا نسب آبائی دور تک بادشاہ اور بادشاہی خاندان تک پہنچتا ہے ویسے ہی آپکا نسب ماں کی طرف سے بھی شاہ اور شاہی خاندان پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ جن دنوں کہ امیر مرحوم امیر عبدالرحمن خان طاب ثراہ اپنے چچا امیر شیر علی خان سے لڑ بھڑ کر اور بالکل بے یار و مددگار ہوکر افغانستان سے باہر پھر رہے تھے اور روس کی طرف طلب امداد کے لئے مردانہ قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اثنائے سفر میں آپ کا گذر سمرقند میں بھی ہوا تھا۔ اور وہیں آپ نے شاہِ سمرقند کی ایک بیٹی سے شادی کی تھی۔ اُسی والاگوہر شاہزادی کے بطن سے سنہ ۱۸۷۲ء میں آپ امیر مرحوم کے قیام روس کے زمانہ میں پیدا ہوئے یوں ہز مجسٹی کا نسب ننھیال کی طرف سے بھی بادشاہ اور بادشاہی خاندان تک پہنچتا ہے

پشت بہ پشت ہر دو طرف شہریار ہر طرف از ہر دو طرف تاجدار

میوہ دل ہائے بلند افسراں   شاخ بشاخش نسب سروراں
فرّ آب از جہت او تافتہ   فرجّد از فر جد خود یافتہ

امیر مرحوم طاب ثراہ کی موجودہ اولادیں سے آپ سب سے بڑے ہیں۔ عبداللہ خاں امیر مرحوم کے ایک بیٹے آپ سے بھی بڑے اور پہلی بیوی سے تھے۔ لیکن تاریخ میں امیر مرحوم کے تخت نشین ہونے کے بعد کے واقعات و حالات میں ان کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ اس لیئے قیاس غالب یہ ہے کہ عبداللہ خاں نے قبل از تخت نشینی امیر مرحوم انتقال کیا ہوگا جب تک امیر مرحوم روس میں رہے شہزادہ حبیب اللہ خاں بھی آپ کے پاس زیادہ اور نانا کے ہاں کم رہے جب امیر مرحوم نے افغانستان کا قصد کیا اسوقت آپ کو معہ آپکی والدہ ماجدہ کے وہیں چھوڑ آئے تھے۔ تخت نشینی کے بعد جب اور متعلقین کابل پہنچے تو آپ بھی کابل تشریف لائے۔ اُس وقت آپکی عمر کوئی نو سال کے قریب ہوگی اور اِس وقت تقریباً چالیس سال ہے جیسے افغانستان کی سلطنت جوان ہے ماشاءاللہ آپ بھی جوان سن مگر پیر تدبیر

حِلیہ مُبارک

چہرا گول۔ چیچک کے داغ ہیں مگر روشن۔ رنگ سرخ و سفید۔ آنکھیں بڑی اور روشن۔ قد میانہ۔ سینہ فراخ۔ پیشانی کشادہ۔ جسم مضبوط اور توانا۔ لیکن بھاری بھرکم ریش سیاہ۔ شاہانہ انداز۔ متانت اور غور و خوض کے آثار بشرہ سے عیاں۔ چال ڈھال سپاہیانہ جس سے باہمہ تمکنت شاہی اور رعب عیاں ہے، آہستگی سے کلام کرتے ہیں۔ جس سے شبہ ہوتا ہے کہ زبان کو جھٹکا دیتے ہیں۔ آواز بلند اور گو بجدا رہے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں عمل جراحی کی وجہ سے

مقطوع ہیں ٭

تربیت و تعلیم

ہز مجسٹی شاہ جوان دولت جب تک سمرقند اور روس میں رہے
اگرچہ آپ کی تربیت ایسی ہوئی جیسی کہ ایک ہونہار شاہزادہ کی ہونی چاہئے
لیکن تعلیم و تعلم کے وہ بہترین ذرائع موجود نہ تھے جو آپ کے شایان شان ہوتے
تاہم اس کمی کی تلافی ماں باپ کی بہترین تربیت بہت کچھ کرتی رہی اور
چونکہ آپ نے امیر مرحوم کے ابتلاء کے زمانہ میں ہوش سنبھالا اور اپنے پدر
بزرگوار کو حصول سلطنت کی تگ و دو میں دیکھا تھا اس لئے ابتداہی سے
آپ کی طبیعت بھی مردانہ اور سپاہیانہ خصائل و عادات کی طرف رجوع
ہوگئی تھی۔ جب امیر مرحوم والئے تاج و تخت ہوئے۔ اور شہزادہ حبیب اللہ خان
حسب الطلب مع اپنی والدہ ماجدہ کے کابل تشریف لائے۔ اُس وقت
سے آپ کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ لیکن وہی تعلیم جو ایک افغان شہزادہ
کے لئے جو آئندہ تخت و تاج کا مالک بننے والا ہو مناسب حال تھی کیونکہ
امیر مرحوم اپنے تجربہ اور ہر طرح کی نشیب و فراز کی دیکھ بھال کے بعد اچھی طرح
سمجھ چکے تھے۔ کہ شاہزادگان سلطنت کو فلسفہ منطق اور طبیعات کی تعلیم
کی ایسی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ علم اخلاق و علم سیاست کی ضرورت
ہے۔ بناءً علیہ عربی فارسی میں آپ کی مذہبی اخلاقی تعلیم شروع ہوئی۔ اور ساتھ
ساتھ کسی قدر انگریزی زبان کی بھی۔ تعلیم کتنی ہی اعلےٰ کیوں نہ ہو بغیر تربیت
کے بالکل ہیچ اور بے سود ہوتی ہے۔ اس لئے امیر مرحوم کو اس وقت
بھی زیادہ خیال آپ کی اعلےٰ تربیت کا رہا۔ اگر ایک گھنٹہ کتابی تعلیم

صرف ہوتا تو چار گھنٹے عملی باتوں میں صرف ہوتے یعنی موجودہ شہزادہ امیر مرحوم کے ہمراہ رہکر کاروبار سلطنت کو دیکھتے فنون سپاہگری کی مشق کرتے۔ کتاب تعلیم و تربیت سے جو روزانہ سبق حاصل ہوتے ان کی مشق کرائی جاتی۔ اس بہترین تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ آپ بہت ہی جلد ضروریات کی تحصیل کے بعد کاروبار سلطنت میں دخل دینے اور ان کو نہایت خوبی کے ساتھ سرانجام کرنے کے قابل ہو گئے۔ اور مہمات سلطنت میں اپنے پدر بزرگوار کا ہاتھ بٹانے لگے۔ یہاں تک کہ بیس بائیس سال کی عمر میں آپ نے تمام سلطنت کو سنبھال لیا۔ اور صرف صیغہ خارجہ کے پیچیدہ کام امیر مرحوم نے اپنے ہاتھ میں رکھ لئے اور باقی تمام سلطنت کا حل وعقد اہلیت دیکھ کر انہیں کے ہاتھ میں دیدیا گیا چنانچہ امیر مرحوم خود اپنی تزک میں تحریر فرماتے ہیں "چند محکموں کے سوا تمام سلطنت کے محکموں اور صیغوں پر حبیب اللہ خان کو افسرانہ اور حق نگرانی حاصل ہے اور وہی تمام سلطنت کے اندرونی انتظامات کو سرانجام دیتے ہیں۔ البتہ محکمہ خارجہ کا تعلق براہ راست مجھ سے ہے"۔ امیر مرحوم نے اپنے خلف اکبر کو چونکہ ولیعہد سلطنت بنانے کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے اپنے سامنے انہیں بہت سے کاروبار سلطنت سپرد کر دئے تھے۔ اور مہام سلطنت میں لگا کر رموز مملکت کی افہام و تفہیم شروع کر دی تھی اور ہر وقت آپ کی خاص نگرانی رکھتے تھے۔ تاکہ فضولیات کی طرف طبیعت کا میلان ہی نہ ہونے پائے چنانچہ اسی امر کو اپنی نوبت پر اب امیر حبیب اللہ خاں صاحب نے خود اپنے ولیعہد کے متعلق اختیار فرمار کھا ہے بلکہ پہلے لارڈ کرزن وائسرائے ہند ایسے علامہ مدبر کی ملاقات کو اسے ہی بھیجا حالانکہ سیاحت امیری کے برعکس شاہزادہ کی آمد سیاسی مسائل کے تصفیہ کے لئے تھی۔ اور سیاحت کے دوران میں بھی وہی نائب السلطنت رہے۔ جس سے

واضح ہو رہا ہے کہ سلطنت و قوم کی ترقی کے دوش بدوش تربیتی صیغہ بھی ترقی کر رہا ہے۔ اس موقعہ پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ باوجود اس قدر اعتماد و اختیار کے امیر حبیب اللہ خاں بزمانہ ولیعہدی فریضہ ادب کی نگہداشت سے کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے۔ جب پدر بزرگوار کے سامنے جاتے تو پہلے ان کے قدموں کو بوسہ دیتے۔ خلوت میں ہوں یا جلوت میں اس اعلےٰ اصول کے اختیار کرنے کی وجہ سے آپ بہت جلد بارگراں سلطنت کے متحمل ہونے کے قابل ہو گئے۔ گو آپ عربی یا انگریزی کے فاضل اجل نہ تھے جس کی ضرورت ہی نہ تھی۔ تاہم بقدر ضرورت دونوں زبانوں میں مہارت بہم پہنچا لی۔ فارسی کا تو ذکر ہی کیا مادری زبان ہے۔ لیکن اخلاق و سیاست کو جس کی ضرورت ہر بادشاہ کو ہوتی ہے۔ کمال کو پہنچایا۔ حتیٰ کہ زمام سلطنت ہاتھ میں لیتے وقت آپ کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی۔ اور ملک کو اتنا بھی معلوم نہ ہوا کہ سلطنت ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہو گئی ہے ۔

دینیات کی تعلیم آپ کی مکمل ہے۔ ممکن ہے کہ دینیات کی خاص خاص کتابیں نظر سے نہ گذری ہوں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں آپ کی تعلیم زبان اور تربیت سے زیادہ ہوئی ہے اور بے سود ورق گردانی کے لئے گرانبہا وقت ضائع نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم جو ما حصل کتاب خوانی کا ہونا چاہئے وہ صحبت علما اور تربیت فضلائے خاص کے ذریعے سے حاصل ہو چکا ہے اور ہز مجسٹی کو ایک مذہبی عالم ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ دوران سیاحت ہند میں آپ نے علی گڈھ کالج میں نہ صرف طلبا کا بلکہ دینی پروفیسروں اور ٹرسٹیوں تک کا امتحان لے ڈالا۔ اور جو سوالات کئے جچے تلے اور اصولی کئے۔ جس سے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ آپ کو فروعات

اور اجتہادی مسائل کی طرف ایسا زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ اور مذہبی مسائل میں
نہایت بے تعصبی اور آزادروی کے مسلک پر کاربند ہیں۔ جو ایک بادشاہ
کے لئے نہایت ضروری ہے۔ انگریزی زبان کی تحصیل تقریباً انٹرنس تک ہے
چونکہ انگریزی بولنے کا کم اتفاق ہوتا ہے۔ اس لئے بے تکان تقریر تو نہیں
فرما سکتے۔ لیکن بند بھی نہیں ہیں۔ ضرورت کے وقت انگریزی میں گفتگو فرماتے
اور فرما سکتے ہیں۔ اور دوسرے کی تقریر کو پورے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ حتےٰ
کہ باریک سے باریک بات اور طولانی سے طولانی تقریر بھی آپ بخوبی سمجھ
سکتے ہیں۔ اور ترجمان کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے۔ اگرچہ بڑی بڑی
ملاقاتوں اور اہم گفتگوؤں کے موقعہ پر ترجمان سے بطور ضابطہ کام لیتے رہتے
ہیں۔ جس سے آپ کی احتیاط پسندی عیاں ہوتی ہے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ
اردو زبان آپ نے کتابی طریقہ سے حاصل کی ہے۔ یا کہ محض بول چال سے
لیکن ہز مجسٹی اردو بھی جانتے ہیں۔ گو اس زبان میں بے تکان گفتگو نہیں
کر سکتے۔ لیکن ضرورت کے وقت بند بھی نہیں ہیں۔ اور سمجھ تو نہایت آسانی
سے لیتے ہیں۔ اکثر اہل ہند سے اثنائے سفر میں اردو ہی میں گفتگو فرماتے
رہے ہیں۔ پشتو تو فارسی کی طرح آپ کی قومی زبان ہے۔ اُس میں جس قدر
ملکہ ہو کم ہے۔ افغانوں کیا۔ افغانوں کے نام لیواؤں کے لئے بھی آپ
فارسی اور پشتو نہایت ضروری زبان خیال فرماتے ہیں۔ ورنہ ان کو اس قابل
نہیں سمجھتے کہ اپنے آپ کو افغان کہیں جیسا کہ دربار آگرہ میں ہز ہائی نس نواب صاحب
رامپور سے جو آپ کی گفتگو ہوئی اُس سے ظاہر ہو رہا ہے۔ عکسی تصویر
کشی میں ہز مجسٹی کو خاطر خواہ مہارت ہے۔ اور اس فن کو آپ نے اپنے لئے
نہ صرف دلچسپ بلکہ نہایت سودمند بنا رکھا ہے۔ اور ملک کی صنعت و حرفت

میں اسکے ذریعہ سے اپنی قائم کردہ تجاویز سے خاص روح جدت پھونکنا چاہتے ہیں۔ یعنی ضروری اور مفید صنعت آلات کی تصویر لیکر اپنے اپنے یہاں کے کاریگروں کو ان کی تیاری کا حکم دیتے ہیں۔ اور بسا اوقات اُس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا ہے حضرت خلد آشیاں تو آہنگری اور نجاری کے فن کو اتنا اچھا جانتے تھے کہ ہنری مارٹن اور اس سے بہترین قسم کی بندوقیں بلا مدد غیرے خود تیار کر لیتے تھے۔ یہ اب تک تحقیق نہیں ہو سکا کہ ہز مجسٹی کو اس ضروری اور سپاہیانہ فن میں کہاں تک دسترس ہے۔ لیکن قیاس غالب ہے کہ آپ کو اس فن میں کچھ نہ کچھ دسترس ضرور ہوگی۔ دلچسپی کا ہونا تو آپ کے واقعات سیاحت سے عیاں ہی ہے کہ جا بجا مشینوں اور ایسے ہی دیگر آلات کو نہایت غور سے دیکھا۔ اور مختلف پرزوں کی عکسی تصویریں لیں۔ اور یہ بات بغیر کسی قسم کے درک کے ممکن نہیں ہے ٭

ہز مجسٹی کی شادیاں اور خواتین

اگرچہ ضیاء الملت والدین امیر عبدالرحمن خان نے تخت پر بیٹھتے ہی پہلا کام یہ کیا تھا کہ افغانستان میں جو قبائل زیادہ با اثر اور زور آور تھے اُن کو حسن سلوک یا سیاست سے بالکل اپنا رام بنا لیا تھا اور آپ کو مطلق یہ اندیشہ باقی نہ رہا تھا۔ کہ میرے بعد میرے جانشین سے یہ لوگ برسر پرخاش ہوں گے۔ تاہم آپ کو یہ یقین کامل تھا کہ جو سردار و علما با اثر ہیں۔ ان کا اثر کسی طرح سے بھی نہیں مٹ سکتا ہے۔ اور نہ مٹنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اثر مرکز سلطنت پر جمع ہو کر شوکت سلطنت کا باعث ہوتا ہے۔ مرکز سلطنت پر اس اثر کو

جمع کرنے اور مطیعان خیرخواہ کو سلطنت کا مزید خیراندیش اور طرفدار بنانے اور
ہر مخالف کی مخالفت سے محفوظ رہنے کی آپ نے یہ تدبیر کی تھی۔ کہ اُن سرداروں
اور علمائے با اثر سے قرابتی تعلق پیدا کیا۔ اور اُن سب کو آپنے آئندہ بادشاہ
ہونے والے بیٹے کا بیش از پیش طرفدار بنا لیا۔ اور ہز مجسٹی شاہ جوان دولت کی
متعدد خاندانوں میں متعدد شادیاں کیں۔ چنانچہ امیر مرحوم اپنی توزک میں فرماتے
ہیں" چونکہ تاج و تخت خاصکر فوجی پیشواؤں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے
میں نے سلطنت کے با اثر خاندانوں کا اپنے بڑے لڑکے سے میل جول کرا دیا ہے
اور اُس کی شادیاں بھی ایسے خاندانوں کی لڑکیوں سے کی ہیں۔ جن کا اثر تمام
ملک پر ہے۔ اسی طرح اپنے بڑے لڑکے کے بچوں کی شادیاں اور قرابتیں بھی
ایسے ہی خاندانوں میں کی ہیں۔ اس وجہ سے کسی مخالف کی یہ تاب نہیں ہے
کہ میرے بڑے لڑکے سے آنکھ ملا سکے"۔ ہز مجسٹی کی شادیوں کا حال حسب ذیل ہے

آپ کی پہلی شادی محمد شاہ خاں سردار تغب برادر جنرل امیر محمد خاں غلزئی
کی بیٹی سے ہوئی۔ شاہزادہ عنایت اللہ خان اسی خاتون محترم کے بطن سے
ہیں۔ دوسری شادی آپ کی قاضی سعید الدین خان حاکم ہرات کی دختر نیک
اختر سے عمل میں آئی۔ قاضی سعید الدین کے خاندان کا خاندان تمام قلمرو افغانستان
میں خاص اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ چنانچہ اس خاتون کے چچا بھتیجے کابل۔ قندہار
جلال آباد۔ ہرات۔ بلخ۔ وغیرہ میں قاضی ہیں۔ اور ہر جگہ مسلمانوں پر مذہباً پورا اثر
رکھتے ہیں۔

ہز مجسٹی کی تیسری ملکہ خاتون شاہ غاسی سرور خان کی لڑکی ہے۔ اور اُس کا
خاندان افغانستان میں خاص عزت و حرمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

چوتھی خاتون جس کا خاندان مذکورہ بالا ہر سہ خواتین سے زیادہ با اثر ہے

ابراہیم خان کلاں فرزند امیر شیر علی خان مرحوم کی بیٹی ہے۔ اس تعلق سے افغانستان میں دو شاہی خاندان ایک ہو گئے ہیں۔ اور امیر شیر علی خان کا خاندان ہز مجسٹی کا ہوا خواہ اور طرفدار ہو گیا ہے +

پانچویں شاہ بیگم ازبک خاندان کے سردار میر بیگ سابق بادشاہ کلاب کی بیٹی اور سردار اقدس خان کی نواسی ہے۔ چھٹی بیوی شاہ اعظم صوبجات منگل و خوست کی سردار کی بیٹی ہے۔ جس کا باپ نہایت اقتدار والا ہے آپ کی ساتویں بیوی شاہ بانو موہمند خاتون ہیں سے لالپورہ کے سردار اکبر خان کی لڑکی ہے۔ اس تعلق سے مہمندیوں کا ایک زبردست گروہ جو سرحد ہندوستان کی طرف آباد ہے۔ تخت کابل کا ہوا خواہ اور خیر اندیش بن گیا ہے۔ اور ضرورت کے وقت تخت کابل پر قربان ہونے کو تیار رہے ہے +

امین السلطنت شاہزادہ عنایت اللہ خاں پہلی ملکہ کے بطن سے ہیں۔ اور شاہزادہ حیات اللہ خان چھٹی بیوی سے۔ ان دونوں شاہزادوں کے علاوہ دیگر بیگمات سے بھی ہز مجسٹی کے تین بیٹے اور بھی ہیں جو غالباً شاہزادہ حیات اللہ خان سے بھی چھوٹے ہیں۔ چھٹے شاہزادہ کا سنہ ۱۹۰۶ء میں انتقال ہو گیا۔ شاہزادیوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے۔ کہ کتنی ہیں۔ اور نہ یہ کہ کس کس بیوی سے۔ یہ ساتوں شادیاں اور کئی ایک اور ان کے علاوہ ہز مجسٹی کی خود امیر مرحوم نے اپنی وعدہ شاہانہ رائے کی بنا پر کی تھیں۔ لیکن اس وقت آپ کی شاہی بیگمات کا شمار صرف چار رہی ہے جس کی وجہ آگے چلکر بیان کرینگے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہز مجسٹی غالباً آئندہ کوئی اور شادی کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے ہیں۔ اور جس سے شاہ جوان دولت ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان بہادر کا اعلے تدین ظاہر ہوتا ہے +

ولیعہدی اور تخت نشینی

خلد آشیاں مرحوم امیر عبدالرحمٰن خان نے قبل از مرض الموت جانشینی کے مسئلہ کو صاف نہیں کیا تھا۔ اور باقاعدہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنایا تھا۔ اس لئے آپ کے آخری زمانہ حیات میں نہ صرف افغانستان میں بلکہ یورپ کے سیاسی حلقوں میں بھی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ کسی نے سمجھا کہ آپ حبیب اللہ خاں کو جانشین بنائینگے۔ کوئی سمجھتا رہا کہ سردار نصراللہ خاں تخت وتاج کے وارث ہوں گے۔ بہت سے سردار محمد عمر جان کو اُن کی ماں کے رسوخ کی وجہ سے آئندہ بادشاہ ہونے والا سمجھتے رہے۔ امیر مرحوم کو یہ سب خبریں پہنچتی رہیں۔ لیکن وہ باقاعدہ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتے تھے صرف اس لئے کہ مبادا اس تعین سے خاندان میں کوئی مخالفت اٹھ کھڑی ہو، اور غیروں کو اس اندرونی معاملہ میں دخل دینے کا موقعہ ہاتھ آجائے۔ اس کے علاوہ آپ جانتے تھے کہ افغانستان میں وہی بادشاہی کر سکتا ہے۔ جو قوم کے انتخاب سے بادشاہ بنا ہو۔ اس کی مرضی کے خلاف زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اپنی حکومت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ ان وجوہ سے آخری وقت تک آپ نے ولیعہد کا تعین نہیں کیا۔ اور دم واپسین جب ارکان دولت کو جانشینی کے متعلق وصیت کرنے کو بلایا تب بھی پہلے اُن سے مشورہ لیا اور جب ان کی رائے ہز مجسٹی شاہ جوان دولت کے متعلق سُن لی۔ تب خود بھی آپ کی جانشینی کی وصیت کی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جاننے والے پہلے سے جانتے تھے کہ امیر مرحوم کس کو شاہی میراث دینے والے ہیں کیونکہ آپ نے

ابتدا ہی سے ایسا ڈھنگ ڈالا تھا کہ ہزمجسٹی ہر صیغہ پر پورا تسلط حاصل کر چکے تھے۔ اور امور شاہی کے انصرام کی قابلیت سب سے آپ میں ہی زیادہ تھی اور وہ بھی خود بخود پیدا نہیں ہو گئی تھی۔ بلکہ امیر مرحوم کی فرزانہ تربیت کا ہی نتیجہ تھی گویا آپ نے اگرچہ کسی خاص دربار میں ولیعہدی کے مسئلے کو صاف نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی طرز عمل سے بتا دیا تھا کہ آئندہ کون بادشاہ ہونے والا ہے اور کس کے نام قرعۂ انتخاب پڑنے والا ہے۔ چنانچہ خلد آشیاں اپنے تزک میں لکھتے ہیں "میں نے اپنے فرزندوں کے متعلق سابقہ شاہان افغانستان کے خلاف یہ انتظام کیا کہ سب پایۂ تخت کابل میں رہیں۔ اور سلطنت کے مختلف کام بڑے بھائی کی ماتحتی میں انجام دیں۔ میں نے پہلے پہل تھوڑا سا کام اپنے بڑے لڑکے کے متعلق کیا تھا۔ جوں جوں اس کی عمر زیادہ اور تجربہ وسیع ہوتا گیا حکومت کے انتظامی شعبہ بھی بروز بروز زیادہ اس کے سپرد کئے جاتے رہے۔ اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع کر دیئے گئے ہیں کہ میں خود دربار عام میں شریک نہیں ہوتا۔ میرا بیٹا (ہزمجسٹی) دربار عام کرتا ہے میں نے نصر اللہ خان کو جو حبیب اللہ خان کا حقیقی بھائی ہے۔ خزانہ و صیغہ مال کا افسر کر دیا ہے۔ جو اپنے بڑے بھائی کی ماتحتی میں کل کام انجام دیتا ہے اور ان محکموں کے متعلق کوئی کام اپنے بڑے بھائی کے حکم کے بغیر نہیں کرتا اسی طرح میں نے اپنے اور بیٹوں کو بھی حبیب اللہ خان کا تابع فرمان بنا دیا، ہر ایک محکمہ کے متعلق فوجی ہوں یا مالی رپورٹیں حبیب اللہ خان کے اجلاس میں پیش ہوتی ہیں۔ اور تمام ارا کین سلطنت اس کے دربار میں بھی ویسے ہی شریک ہوتے ہیں جیسے میرے دربار میں۔ گورنران صوبجات و افسران سلطنت کے متعلق تمام احکام میری منظوری کے بعد حبیب اللہ خان ہی کے

دستخط اور مہر سے جاری ہوتے ہیں۔ بلکہ جو احکام ضابطہ کے ہوتے ہیں
ان میں میری منظوری کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ جس معاملہ میں میری
منظوری کی ضرورت ہوتی ہے۔ حبیب اللہ خان اُس میں مجھ سے مشورہ لے
لیتا ہے۔ میں نے اپنی تمام سلطنت کے افسروں کو نہایت سختی کے ساتھ
تاکید کردی ہے۔ کہ وہ میرے بیٹے کے ہر حکم کو زیادہ سے زیادہ واجب التعمیل
سمجھیں۔ ۱۸۹۷ء سے میں نے خزانہ بھی حبیب اللہ خان کے سپرد کردیا ہے
جو اس سے قبل میری نگرانی میں تھا۔ اب جس قدر رقومات خزانہ سے
نکلتی ہیں اُسی کے دستخط و مہر سے نکلتی ہیں۔ اُس کے اختیار میں سرکاری
ملازموں کی تقرری و برخاستگی بھی ہے اور ترقی و تنزل بھی۔ تمام عدالتوں کا
اپیل بھی اُسی کے اجلاس میں ہوتا ہے۔ عدالت فوج مال۔ فوجداری غرضیکہ
سلطنت کا ہر محکمہ اسی کی سپردگی میں ہے۔ اور سوائے میرے کوئی دوسری
عدالت اُس سے اعلےٰ نہیں ہے۔

اس سے زیادہ اور کونسا واضح طریقہ تقرر ولی عہد کا ہو سکتا ہے۔ کہ
سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کا مالک امیر مرحوم نے ہز مجسٹی کو بنا دیا تھا۔ ہاں
ایک بات تھی کہ اگر اس پر بھی قوم آپ کو بادشاہ بنانے پر رضامند نہ ہو
تو جس کو چاہے بادشاہ بنائے۔ اور کوئی فرخشہ نہ اٹھنے پائے۔ قوم کا خوش
کرنا یا نہ کرنا یہ خود شاہ جوان دولت کا کام تھا۔ چنانچہ آپ نے قوم اور اکابر قوم
کے ساتھ جو سلوک کیا اور جس خوبی سے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا اُس سے
خود بخود قوم اور اکابر قوم آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور جو اوصاف کہ بادشاہی
کے لئے ضروری ہیں ان کا جامع بوجہ اکمل آپ کو ہی پایا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب
امیر مرحوم نے مرض الموت میں اُن سے پوچھا کہ میرا جانشین کس کو بناتے ہو

اور کس کی اطاعت و فرمانبرداری پر بطیب خاطر حلف اٹھاتے ہو سب نے بالاتفاق آپ ہی کا نام نامی لیا +

یوں آپ والد بزرگوار کی وصیت قومی انتخاب اور اپنی اہلیت سلطنت کی بنا پر یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء کو بادشاہ افغانستان ہوئے۔ اور تخت جہانبانی پر جلوس فرمایا۔ گو با ضابطہ تخت نشینی کا دربار مارچ سنہ ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اور اکابر قوم کی صلاح و صوابدید سے آپ نے سراج الملت و الدین بادشاہ افغانستان کا لقب اختیار کیا۔ اور سچ پوچھئے تو بادشاہی اختیار حاصل ہونے کی وجہ سے بادشاہ تو آپ پہلے ہی تھے۔ تخت نشینی بھی ایک ضابطہ کی بات تھی جو پوری کر دی گئی اور سرداران افغانستان نے اب تک جو بات ان کے دل میں تھی حاضر دربار اس کا زبان سے بھی اقرار کر لیا۔ باضابطہ زمام اختیار سلطنت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے برادر بجان برابر شاہزادہ نصر اللہ خان کو اپنا دست راست اور خطاب نائب السلطنت عطا فرمایا۔ اور دوسرے ہی سال شاہزادہ عنایت اللہ خان کو بخطاب معین السلطنت نائب السلطنت کا درجہ قرار دیا۔ اور کاروبار سلطنت میں دونوں کو اسی طرح شریک کر لیا جیسے کہ خلد آشیان نے آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو سلطنت کے مختلف کام بانٹ رکھے تھے۔ اور نہ صرف مذکورہ بالا شاہزادگان ہی کو انتظام ملک میں اپنا شریک بنایا۔ بلکہ اپنے دوسرے سوتیلے بھائیوں کو بھی اسی طرح مناصب سلطنت سپرد کر دئے۔ اس انتظام کی بدولت ہز مجسٹی کے والد بزرگوار کی طرح صرف اہم مہام سلطنت رہ گئے۔ اور پہلے سے بہتر پر دولت خداداد افغانستان کے کاروبار چلنے لگے۔ اگرچہ ہز مجسٹی کی تخت نشینی کے بعد خاندان سلطنت میں کوئی ایسی شکر رنجی بھی نہیں ہوئی جو قابل بیان ہو۔ لیکن اس پر بھی یورپ و ہندوستان کے پریس

یہ خبریں اڑیں کہ شاہ اور شاہزادوں میں اتفاق نہیں ہے۔ مادر و فرزند میں بدسلوکی ہے۔ جس سے اندیشہ ہے کہ افغانستان میں پھر خانہ جنگی شروع نہ ہو جائے ان بے سر و پا متوحش خبروں سے خیرخواہان دولت افغانستان عرصہ تک ملول بھی رہے لیکن در حقیقت یہ تمام باتیں اہل غرض کی خود تراشیدہ تھیں تاکہ شاہزادگان سلطنت تک یہ افواہیں پہنچیں۔ اور اگر وہ خود آمادہ نزاع نہ ہوں تو در پردہ ان باتوں کو محرک و معاون خیال کر کے آمادہ ہو جائیں۔ لیکن خاندان سلطنت میں جو خلوص اور پیش بینی تھی اُس نے ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہونے دیا۔ اور جب پریس اور بدخواہان دولت کو یقین ہو گیا کہ افغانستان میں کسی کا بھی کھٹکا نہیں ہے۔ کتنی ہی ریشہ دوانی کیوں نہ کی جائے تو آخر تنگ آ کر ایسی خبریں شائع کی گئیں جن سے معلوم ہوا کہ در حقیقت ناچاقی تو تھی لیکن ہز مجسٹی کے فرزانہ تدبر و صلح جوئی سے اس کا استیصال ہو گیا ہے۔ بھائی بھائی بھی مل گئے ہیں اور مادر و فرزند میں بھی صلح و آشتی ہو گئی ہے۔ اور اب کسی قسم کی خانگی نزاع باقی نہیں رہا +

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اول تو یہ باتیں ہی بالکل بے بنیاد اور من گھڑت ہیں اور بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی تو اس کا خیر انجام پانا شاہ جوان دولت کی حق پژدہی و صلح جوئی کے مرتبے کو اور بھی بلند تر کر دیتا ہے۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ہز مجسٹی کی جوانی میں پیرانہ تدبیر اور انجام بینی کا ایک خاص مادہ عطا کیا ہے

کیفیت شخصی

اس ماجرائے عام کے بعد ہم اب وہ خصوصیات بیان کرتے ہیں جن سے

ہز مجسٹی شاہ جوان دولت حضرت سراج الملت والدین بادشاہ افغانستان خلد اللہ ملکہ و اطال اللہ عمرہ و اقبالہ کے ذاتی کیرکٹر پر روشنی پڑ سکے اور آپکی سلطنت کی حالت اور افغانستان کے استقبال کے متعلق آپ کے خیالات و ارادے معلوم ہو سکیں اور چونکہ ہز مجسٹی ایک مسلمان فرمانروا ہیں اس لئے آپکے اخلاق و عادات کے بیان کا آغاز بھی اسلامی خصوصیت سے مناسب ہے ؀

تدیُّن

مذہبی تعلیم کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے اُس کا اعادہ فضول ہے مذہبی تعلیم اور دینی تربیت کا نتیجہ ہے تدیّن و تورّع۔ اس کے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ آپ ایسے ہی متدیّن اور متورّع ہیں جیسا کہ ایک حقیقی اور سچے مسلمان اور پیغمبر آخرالزمان کے پیرو حکمران کو ہونا چاہئے۔ اس زمانے میں کہ "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب" کے ہم پورے مصداق ہیں بادشاہ تو بادشاہ جو ذرا بھی فارغ البال ہیں وہ اپنے آپ کو اگر پابندئ شرع سے مستثنےٰ خیال نہیں کرتے تو عملاً مستثنےٰ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اور بندۂ ہوا و ہوس نظر آتے ہیں۔ مگر یہ اللہ کا نیک بندہ اس کی بندگی ہی کو مایۂ افتخار جانتا ہے بلکہ اس کو فرض فرضاں سمجھ کر مذہب و شریعت کا پابند ہے اور کوئی دنیاوی مشغلہ ان کو خدا اور مذہبی احکام سے غافل نہیں کر سکتا۔ بڑے بڑے رازداروں کا بیان ہے۔ کہ سفر و حضر میں کبھی آپ کی نماز قضا نہیں ہوتی صاحب فراش ہو کر بھی نماز کو قضا کرنا گوارا نہیں ہوتا۔ جہاں وقت نماز ہوا کہیں کیوں نہ ہوں رب العالمین کے سامنے سربسجود ہو جاتے

ہیں۔ چنانچہ اثنائے سفر ہندوستان میں جہاں وقت نماز ہوگیا۔ سپیشل رکوا کر نماز ادا کی۔ پشاور میں پولو دیکھتے دیکھتے عالم محویت میں عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا وہیں کہ آپ کو خیال آیا ہزاروں انگریزوں کے سامنے وہیں نماز ادا کی۔ مگر ساتھ ہی وسیع الخیال بھی ایسے ہیں کہ جن باتوں کو تشبہ با کفار سمجھ کر اب تک لاکھوں مسلمان محترز رہے۔ اور اس طرح قومی ترقی کی رفتار کو تیز نہ ہونے دیا۔ آپ اسلام کی سچی روح سے فیض یاب ہو کر کسی ایسے ضغطہ میں نہیں پڑتے مسجد میں بوٹ پہنے داخل ہوتے اور نعلین سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ فوجی قواعد کے وقت فرنگیانہ ٹوپی کو زیادہ کار آمد پا کر زیب سر فرمایا۔ اور میز بانوں کی مجالس تفریحی میں بھی بلا تکلف شامل ہوئے الغرض ہر قسم کے نمائشی تورع سے آپ کو ویسی ہی عار ہے جیسا کہ سچے اتقاء سے صادق شغف ہے مذہبی احکام میں سے نماز ہی کے آپ کچھ ایسے پابند نہیں ہیں بلکہ ہر مذہبی حکم کا اتباع اسی لزوم کے ساتھ کرتے ہیں۔

یہ ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ کی آٹھ نو شادیاں ہوئیں ہیں۔ جس وقت آپ تخت نشین ہوئے آپ کو خیال آیا "اے حبیب اللہ تو سراج الملت والدین کہلاتا ہے۔ رعایا تیرے نقش قدم پر چلے گی۔ جب تو خود ہی پابند شریعت نہیں ہوگا تو دوسروں کو کیونکر پابند بنا سکتا ہے کیا اس قدر بیویاں رکھنا خلاف شریعت نہیں ہے" اس خیال کا توفیق ربانی دل میں آنا تھا کہ آپ نے عزم کر لیا "شریعت کی پابندی کروں گا فرضی ننگ و ناموس کا خیال تک دل میں نہ لاؤنگا" اور فوراً چار خاتونوں کے سوا سب کو شرعی طلاق دیدی اور ان کو نکاح ثانی مختار بنا دیا۔ اللہ اکبر! یہ ہے پابندی شریعت!!! کہاں ہیں وہ مسلمان بادشاہ جو بیسیوں اور سینکڑوں بیویوں سے بھی سیر نہیں ہوتے

ہیں۔ اور کہاں ہز مجسٹی کی یہ نیک جرأت۔ کہ ننگ و ناموس کا خیال نہ فرمایا۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں بادشاہوں میں سے آجتک کسی نے یہ جرأت نہیں کی۔ پھر خیال کر لیجئے کہ جو شخص کہ خدائی حکم کے مقابلہ میں ننگ و ناموس تک کی پروا نہ کرے۔ وہ کہاں تک پابند شرع اور متقی و پرہیزگار ہوگا۔

اگرچہ ہز مجسٹی نے اپنی مطلقہ ازواج کو از روئے طلاق شرعی نکاح ثانی کا مختار کر دیا تھا لیکن ان خواتین عفت آب کی غیرت و حمیت نے کبھی گوارا نہ کیا کہ عقد ثانی کریں۔ لہذا ہز مجسٹی نے ان کے لئے قصور و ظائف مقرر کر دئے جن میں وہ خاتونیں رہتی ہیں اور شایان شان زندگی بسر کرتی ہیں۔ ہز مجسٹی جیسے خود پابند شریعت ہیں ویسا ہی پابند اپنی رعایا اور فوج اور ارکان دولت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضور ہی کی پابندی و تدین کا نتیجہ ہے کہ عموماً حکام افغانستان پابندی شریعت میں سہل انگاری نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ترک نماز کی کسی کو جرأت نہیں ہوتی۔ اور ہز مجسٹی بھی جس قدر تارک نماز سے چڑتے ہیں۔ اور کسی بات سے نہیں چڑتے۔ اور تارک نماز کو نہایت سخت سزا دیتے ہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں متعلق خاص یا فلاں سپاہی نے عمداً نماز ترک کی ہے تو عموماً اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ جیب سے پانچ روپیہ دیکر بانس منگوائے جاتے ہیں۔ اور پھر حکم یہ ہوتا ہے کہ ان تمام بانسوں کو اس تارک نماز پر توڑ دو۔ اگرچہ وہ جان ہی سے کیوں نہ مرجائے۔ چونکہ تارک نماز کی یہ سزا نہایت عبرت ناک ہے اس لئے کسی مسلمان کو ترک نماز کی جرأت نہیں ہوتی۔ اور جو تارک ہوتا ہے وہ اپنی جان سے پہلے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ہز مجسٹی کی تمام بیگمیں بھی ایسی ہی پابند نماز اور متدین ہیں۔ خصوصاً دختر قاضی سعید الدین خان کہ سلف کا ایک نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان کی ہمقرینی و محبت نے ہز مجسٹی کو بیش از پیش

ند شریعت بنا دیا ہے۔ اور شریعت کی وہ عظمت ان کے دل میں قائم کر دی
ے جو ایک سچے مسلمان کے دل میں ہونی چاہئے سہ نہ ہے شہر یار و نہ شہر بانو

بے تعصبی

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی اپنے مذہب کا احتیاط اور سختی سے
بند ہوتا ہے تو غیر مذہب والوں کو کسی نہ کسی درجہ تک اُس سے آزار پہنچتا ہے
ر بے جا تعصب اُس میں آ جاتا ہے اور بادشاہ کے لئے یہ تعصب نہایت
ی بُرے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اُس کی ہر دلعزیزی کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ اور آنا م
سیدہ خود بھی بربنائے تعصب اُس سے مکدر رہنے لگتے ہیں۔ مگر ہز مجسٹی
دامن تدین اس کثیف داغ سے بالکل پاک ہے۔ اور غیر مذہب والوں
ے مقابلہ میں آپ لکم دینکم ولی دین پر کاربند ہیں۔ افغانستان میں مسلمانوں
ے دو بڑے فرقوں سنی شیعہ کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی آباد ہیں۔ لیکن اپنے
پنے عقائد اور مذہبی اعمال و کردار میں بالکل آزاد ہیں ان کے مقدمات
ی انہیں کے مذہبی قانون کے موافق فیصلہ کئے جاتے ہیں اور کسی کو اتنا بھی
حساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی غیر مذہب گورنمنٹ کے ماتحت ہیں۔

خلد آشیاں کے عہد میں سیاسی و ملکی نزاع کی بنا پر قبائل ہزارہ سے
جو مذہباً شیعہ ہیں جنگ ہوئی اگرچہ اس جنگ کو مذہب سے کوئی علاقہ نہ تھا
ہم ان قبائل کے اکثر افراد کو یہ گمان رہا اور شکایت رہی کہ اختلاف مذہب
اس خونریزی کا باعث ہوا۔ اس لئے وہ باوجود مطیع ہو جانے کے اس خیال
کو دل سے نہ نکال سکے۔ کہ بادشاہ افغانستان متعصب ہے لیکن ہز مجسٹی نے
سریر آرائے ملک ہو کر ان کے ساتھ وہ فرزانہ اور بے تعصبانہ سلوک برتا

جس سے وہ پرانا خدشہ ان کے دل سے نکل گیا۔ غرضیکہ ہز مجسٹی اتنے بڑے پابند مذہب ہو کر غیر مذہب والوں کے لئے نہ صرف اپنی سلطنت میں بے آزار و بے تعصب ہیں بلکہ دل آزاری سے ان کو طبعی نفرت ہے۔ جس کا ثبوت ہز مجسٹی کی اُس تقریر سے ملتا ہے جو آپ نے بمقام سرہند دہلوی دیوان پٹیالہ کے روبرو کی تھی کہ اگرچہ قربانی کے لئے ہمارے مذہب میں گائے کی قربانی کو فضیلت ہے۔ لیکن اینجانب نہیں چاہتے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا میں سے کسی فریق کو آزردہ کریں۔ اس لئے اینجانب بجائے گائے کے بکرے دنبے قربانی کریں گے۔ اور دہلی کے ہندؤں کا دل خصوصاً اور ہندوستان کے ہندؤں کا عموماً ہرگز نہیں دکھائینگے۔ کیا اس سے زیادہ بے تعصبی اور بے آزاری کا کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے اسی بے آزاری اور بے تعصبی نے ہز مجسٹی کو عزیز خاطر ہنگالیاں بنایا۔ اس امر کا ٹھیک اندازہ تو کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کو افغانستان جانے اور وہاں کے ہندؤں اور سکھوں سے ملنے جلنے اور ہز مجسٹی کی نفعت شعاری اور مراحم خسروانہ کے دریافت کرنے کا موقعہ ملا ہو۔ لیکن پھر بھی ایک ناقص سا اندازہ اُس جوش اور تپاک سے ہو جاتا ہے۔ جو ہندؤں کی طرف سے ہز مجسٹی کی تشریف آوری پر ظاہر کیا گیا۔ بھلا مسلمان تو اپنا ایک ہم مذہب ہمسایہ گورنمنٹ کے دوست کو دیکھکر خوش ہونے پر طبعاً مجبور تھے آج کل کے اکثر تعلیم یافتہ ہندؤں کے خیال کے موافق تو کابل وافغانستان سے ہمیشہ ان کو تکلیف پہنچتی رہی ہے۔ لیکن ہز مجسٹی کی تشریف آوری اور ان کی بے تعصبی کا حال سنکر جوش مسرت کو وہ بھی نہ دبا سکے۔ خیر مقدم میں شریک ہوئے۔ اور بڑے جوش سے شریک ہوئے۔ گویا کسی اپنے محسن کے استقبال کو نکلے ہیں۔ جا بجا آپ کی بے آزارانہ

پالسی پر اظہار شکر گذاری کے رزولیوشن پاس ہوئے۔ اکثر جگہ ہز مجسٹی کی سواری پر پھول برسائے گئے۔ مکانوں کو آراستہ کیا گیا بلا تحریک غیرے چراغان کیا گیا۔ یہ سب کچھ کیوں ہُوا؟ صرف آپ کی فرزانہ بے آزاری کے پسندیدہ کی وجہ سے۔ جو فطرت نے آپ کی طبیعت میں ودیعت رکھی ہے جناب ممدوح نے اسلامی معابد و مزارات کو عطیے بخشنے تو ہندؤں اور سکھوں کے منادر اور گوردواروں کو بھی نظر انداز نہ کیا اور نہ مسیحی مصارف خیر کو۔

رحم

خلد آشیاں امیر مرحوم بھی اگرچہ طبعاً قاہر و جابرانہ تھے اور رحم کے موقعوں پر انسانی ہمدردی ان کے سینہ میں بھی جوش زن ہو جاتی تھی لیکن ان کو افغانستان کی حکومت ہی ایسے موقعہ پر ملی تھی کہ بغیر سخت گیری دقھر کے کسی طرح سے ملک میں امن و امان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اگر آپ طبعاً جابر اور سخت گیر نہ بھی تھے تب بھی مصلحتاً سیاستِ سخت گیری سے چارہ نہ تھا۔ اس لئے آپ کی حکومت سخت گیری سے منسوب کی گئی اور نادانوں نے تو یہی سمجھ لیا تھا کہ رحم امیر عبدالرحمٰن خان سے کوسوں دور کھڑا رہتا ہے۔ برخلاف اِس کے ہز مجسٹی رحیم حکمران ہیں۔ طبعاً بھی رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ اور سختی کے بعد نرمی چاہئے بھی۔ اس لئے مصلحت و سیاست نے بھی آپ کو نرم دل رحیم مزاج بنایا ہے۔ جو مجرم امیر مرحوم کے دربار میں سر کٹوانے کے لئے آتے تھے ہز مجسٹی کے حضور میں عفو درگذر کی امید سے آتے ہیں۔ اور آپ اکثر درگذر کر جاتے ہیں۔ مگر نہ اتنی کہ لوگ دلیر ہو جائیں اور جرم کو جرم بھی نہ سمجھیں۔ آپ نرمی کرتے ہیں لیکن درشتی کے ساتھ تاکہ نظم

سلطنت اور امن عامہ میں بھی فتور نہ آئے۔ سہ درشتی و نرمی بہم در بہ است
جو مجرم مرحوم کے زمانہ سیاست میں سزائے موت پاتے تھے۔ وہ ہز مجسٹی کے
زمانۂ امن میں اکثر سزائے تازیانہ پر چھوٹ جاتے ہیں۔ یعنی جو کام امیر مرحوم
تلوار سے لیتے تھے۔ ہز مجسٹی کوڑے اور بید سے لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض
ہی مجرموں کو علانیہ پٹوا لیتے ہیں۔ ورنہ اکثر کسی کونہ میں پٹ پٹا کر اپنے ناکردنی
افعال سے تائب ہو جاتے ہیں۔ مگر باوجود اس رحمدلی کے جہاں سیاست
و قہر کا موقعہ آجاتا ہے۔ وہاں آپ رحمدلی کے ایسے مغلوب بھی نہیں ہوتے
کہ سیاست میں فتور ہو جائے۔ اور دوسروں کو ویسے ہی کام کرنے کی جرأت ہو
امیر مرحوم اکثر بدخواہان سلطنت کو یہ سزا دیا کرتے تھے کہ آہنی پنجروں میں
بند کرا کے درختوں میں لٹکوا دیتے تھے بعض اوقات ہز مجسٹی شاہ جوان دولت
کو بھی ویسی ہی سزائیں مجوز کرنی پڑتی ہیں ٭

دلیری و شجاعت

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہز مجسٹی امیر خلد آشیاں کے ابتلا کے زمانہ
میں پیدا ہوئے تھے ہوش سنبھالا تو آپ نے ہر روز پدر بزرگوار کا ایک نہ ایک
دلاورانہ معرکہ دیکھا۔ اِس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ دلیر بے باک اور شجاع ہوں
چنانچہ آپ ایسے ہی ہوئے اور نوعمری ہی سے آپ کی دلیری و شجاعت کا اظہار
شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ امیر خلد آشیاں بھی تعریف کرنے سے باز نہ رہ سکے
جن دنوں امیر خلد آشیاں تخت کابل پر بیٹھے۔ ہر چہار طرف سے دشمنوں میں
گھرے ہوئے تھے۔ قندہار اور ہرات داعیہ داران سلطنت کے ہاتھ میں
تھے۔ اور جب تک کہ یہ زیر نہ کئے جاتے ملک میں پھر عام فساد ہونے کا اندیشہ تھا

اس لئے تخت نشینی کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ نے سردار ایوب خان
کے مقابلہ کے لئے پایہ تخت سے قندہار کا رُخ کیا۔ ہز مجسٹی کو جو ابھی دس سال
کے ہوں گے اپنا جانشین و نائب بنا کر چند آزمودہ کار افسروں کے ساتھ
کابل چھوڑ گئے۔ امیر مرحوم کے جاتے ہی فوج کابل اور چند سرغنوں نے سر اُٹھایا
یہ عجیب وقت تھا کہ بنی بنائی بات بگڑی جاتی تھی۔ مگر ہز مجسٹی نے ہمت نہ ہاری
اور نہایت دلیری اور حسن تدبیر سے اٹھتے ہوئے فساد کو روکا۔ جس کی کیفیت
امیر مرحوم اپنی تزک میں یوں لکھتے ہیں "جب میں قندہار اور ہرات کے
قضیوں کو پاک کر کے کابل پہنچا تو مجھے مَردانہ خان اور حبیب اللہ خان کی خدمات
سے نہایت خوشی ہوئی۔ حبیب اللہ خان ان دنوں بالکل بچہ تھا۔ لیکن اُس نے
بڑا کام کیا۔ کہ میری غیبت میں سپاہیوں میں جا کر ان کو میری طرف سے جوش دلایا
اور مطلق پریشاں نہ ہُوا۔ اور نہ لڑائی کا کچھ خوف کیا۔ بلکہ ہر بات میں مَردانہ خان
عبدالحمید خان اور دیگر افسروں کے مشورے میں جن کو میں نے اس کی نگرانی
کے لئے مقرر کیا تھا۔ برابر شریک ہوتا رہا۔ اور کوہستان حسارک کے
قبیلوں محمود۔ کناری۔ عبدالرشید۔ جمعہ خان۔ محمود حسین کو نہایت جسارت
کے سات بغاوت سے باز رکھا"۔

اس کے بعد جب آپ جوان ہوئے اور امیر مرحوم کے زمانہ میں بغاوتیں
ہوئیں یا کافرستان پر حملہ کیا گیا۔ ان میں سے جس معرکہ میں ہز مجسٹی شریک ہوئے
نہایت شجاعت سے لڑے۔ اور فوج کو لڑایا۔ اور کبھی جنگ اور دشمن کی طاقت
کے وسوسے کو دل میں نہ آنے دیا جلال آباد میں بندوق چلاتے وقت اس کی
نال کے پھٹ جانے کی وجہ سے ہاتھ کی انگلیوں کو سخت صدمہ پہنچا اور عملی
جراحی کی نوبت آئی۔ ڈاکٹر چونکہ دو انگلیاں بالکل قطع کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے

کلورافارم سنگھانا چاہا۔ ہزمجسٹی نے منع کیا۔ اور فرمایا کہ تم اپنا کام کرو۔ آپ دوسرے
ہاتھ میں اخبار لئے پڑھتے رہے۔ اور ڈاکٹر نے دونوں انگلیاں قطع کر ڈالیں اور
آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ ان تمام واقعات اور حالات کو دیکھ کر اسی نتیجہ
پر پہنچنا پڑتا ہے کہ ہزمجسٹی کی طبیعت نہایت بے باک اور حیرت انگیز دلیری و شجاعت
کی مظہر ہے۔ اور چونکہ خود شجاع اور دلیر ہیں اس لئے شجاع دوست اور
دلاورانہ صفات کے شیدا ہیں۔ اور یہی وہ صفت ہے جس نے ہزمجسٹی کو
سپاہ میں نہایت عزیز بنا رکھا ہے۔

تواضع و خودداری

عموماً یہ دونوں اخلاقی صفات حسنہ باہم متضاد خیال کی جاتی ہیں لیکن در حقیقت
متضاد نہیں ہیں ہاں دونوں کا نباہنا اور ہر ایک کو بجائے خود اور اعتدال
پر رکھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اس لئے جب دونوں صفات میں سے کسی
ایک کا ظہور کسی ذات میں اعتدال سے کچھ بھی بڑھ جاتا ہے تو دوسری معدوم
ہو جاتی ہے۔ یا معدوم ہونے لگتی ہے۔ لیکن شاہ جوان دولت ہزمجسٹی کی ذات
فرشتہ صفات اس طور پر ان دونوں کا مظہر ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ کامل
ہیں۔ عاجزوں اور کم رتبے والے لوگوں سے آپ جھکتے ہیں۔ اور تمکنت شاہی
کو کام نہیں فرماتے۔ برخلاف اس کے جہاں واسطہ برابری یا کچھ اونچ نیچ
ہوتا ہے وہاں آپ کوئی ادنے سی بات بھی ایسی گوارا نہیں کرتے جس سے
آپ غیروں کی نگاہوں میں سبک ہو جائیں۔ یا جس سے آپ کی تمکنت اور
واجبی خودداری کو حرف آتا ہو۔ اور در حقیقت یہی تواضع اور یہی خودداری

شہزادہ نصر اللہ خان برادر امیر حبیب اللہ خان

امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم

شہزادہ عنایت اللہ خان خلف اکبر امیر حبیب اللہ خان

سراج الملت والدین امیر حبیب اللہ خان بادشاہ افغانستا

مساوی الحال کے مقابلے میں جھکنا اور انانیت کو چھوڑنا اکثر عجز و خوشامد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ادنےٰ سے تمکنت اور خودداری برتنا پندار و تکبر خیال کیا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تواضع وہ ہے جو ادنےٰ سے برتی جاوے۔ اور خودداری وہی خودداری ہے جو مقتدر کے سامنے قائم رکھی جاوے۔ یہی حال اور یہی پسندیدہ شیوہ حضور ہز مجسٹی کا ہے +

تواضع کی یہ کیفیت ہے کہ ایک ادنےٰ سپاہی کی بیوی سے بے تکلفانہ باتیں کرتے ہیں ایک غریب لڑکے سے ادھر اُدھر کی باتیں پوچھتے ہیں۔ اور اُسے مرعوب نہیں ہونے دیتے مسجد میں اگر آپ کے اور آپ کے خواص کے لئے خاص جگہ مختص کی جاتی ہے۔ تو اس امتیاز کو گوارا نہیں فرماتے اور عام مسلمانوں سے اپنے آپ کو ترفع کا مستحق نہیں سمجھتے۔ آزادانہ صحبتوں سب سے بے تکلفی فرماتے ہیں ملنے والوں سے یوں ملتے ہیں۔ کہ گویا کسی پرانے اور برابر کے دوست سے مل رہے ہیں۔ اور کسی وقت بھی شاہی کو کام میں نہیں لاتے لیکن جب اس کا موقعہ آتا ہے تو اِس کے اظہار سے بھی باک نہیں فرماتے اور ایسے مواقع پر کہ جہاں غیر کی عظمت کے سامنے بڑوں بڑوں کے سر جھکتے ہیں۔ آپ اپنی خودداری کو آنچ نہیں آنے دیتے۔ اس کے ثبوت کے لئے سفر ہندوستان کے چند واقعات کا ذکر کرنا کافی ہے جن دنوں کہ شاہ جوان دولت کا ورود پشاور ہونے والا تھا۔ چیف کمشنر صاحب صوبہ سرحدی نے پشاور کے متعلق حضور ہز مجسٹی کا پروگرام شائع کیا۔ اس میں ہز مجسٹی کو ہز ہائینس کے خطاب سے اپنے پروگرام میں یاد کیا تھا۔ اور حضور والسرائے بہادر نے بھی گزٹ آف انڈیا میں یہی شائع کیا تھا کہ وہ ۲ جنوری ۱۹۰۷ء کو ہز ہائی نس کی ملاقات کے لئے آگرہ جانے والے ہیں۔ یہ باتیں ایسی نہ تھیں کہ ہز مجسٹی سے

چھپی رہتیں۔ آپ نے لنڈی کوتل پہنچکر فرمایا کہ میرے آباؤ اجداد ہز ہائینس کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے رہے ہیں۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اور نہیں چاہتا کہ اس خطاب سے یاد کیا جاؤں۔ ۲۱ توپ کی سلامی بھی سرِ چکی تھی اور پہلے قرار بھی یہی پایا تھا کہ آپ کی سلامی ۲۱ ضرب توپ سے ہو گی۔ خودداری کے اظہار کا موقعہ تھا۔ اظہار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور نتیجہ یہ کہ کچھ ہی عرصے کے بعد سرہنری میکموہن نے ملک معظم حضور قیصر ہند کا تار آپ کے سامنے پیش کیا۔ جس میں آپ کو یور مجسٹی لکھا ہوا تھا۔ آپ ہز مجسٹی ملقب کئے گئے۔ اور ۱۰ ضرب شلک سے آپ کی سلامی پوری ۳۱ کی گئی۔ سلامی اور خطاب کا معاملہ گو معاہدہ ڈین کے وقت سے طے ہو چکا تھا لیکن حالات مابعد سے مترشح ہوئے کہ ان دونوں کو طرف حدود افغانستان تک محدود رکھنا چاہا گیا تھا کیونکہ نواب وائسرائے نے نہ صرف اب ہی بلکہ کوئٹہ کی تقریر میں بھی ہز ہائی نس کا لفظ استعمال فرمایا تھا و ٹیکرا ینوال ایک معتبر سالانہ کتاب ہے اُس کے نہ صرف ۱۹۰۶ء بلکہ ۱۹۰۷ء کے اڈیشن میں بھی آپ کو ہز ہائی نس تحریر کر کے درج کیا گیا۔ کہ ہند میں آپ ۲۱ توپوں کی سلامی کے مستحق ہیں جس کی اس تحریر پر حضور ممدوح کو بھی قیام بمبئی میں ایک انگریز کتاب فروش کی دوکان میں اعتراض کرنا پڑا۔ اس سے بڑھکر آپکی خودداری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ صحبتوں میں جن حکام سے آپ کو ملاقات کا اتفاق ہوا اُن سے آپ نہایت تعظیم تکریم کے ساتھ پیش آئے۔ لیکن جس وقت انہیں افسروں سے سرکاری طور پر ملنے کا اتفاق ہوا آپ نے ان کی طرف اس درجہ سے زیادہ التفات بھی نہیں کیا جس درجہ تک کہ کرنا چاہیئے۔ یہ ہمارے ناظرین کو معلوم ہی ہے کہ جن والیان

ریاست کو اپنی قدامت اور دیرینہ عزت پر بڑا ناز تھا اور وہ اپنے آپ کو
ہمسری سے بھی بالاتر خیال کرتے تھے جب دربار میں ان کے تعارف
و ملاقات کا موقعہ آیا تو ہز مجسٹی نے اُن کی طرف یہی نہیں کہ زیادہ التفات نہ کیا
بلکہ یک گونہ بے رخی اختیار کی۔ اور گویا اپنے طرز عمل سے بتادیا کہ اپنے آپ کو
پہچانو۔ اور اسلاف کے برتے پر نہ پھولو۔ ہز مجسٹی شاہ جوان دولت اور حضور
وائسرائے بہادر بالقابہ کی باہمی ملاقات کا جو پروگرام شائع ہوا تھا کہ جب
ہز مجسٹی حضور وائسرائے سے ملاقات کرنے جائینگے۔ تو حضور وائسرائے
تا در خیمہ آپ کا استقبال کرینگے۔ اور جب حضور وائسرائے ملاقات بازدید
کے لئے تشریف لائینگے تو ہز مجسٹی گاڑی تک آپ کو لینے کے لئے آئینگے پہلی
ملاقات کے لئے چونکہ ہز مجسٹی کو تشریف لے جانا تھا آپ تشریف لے گئے
اور درِ دربار تک آپ کا استقبال کیا گیا۔ جیسا کہ درج پروگرام تھا۔ جب
حضور وائسرائے بالقابہ ملاقات بازدید کے لئے آئے تو پہلے ذی منصب
عہدہ داران حضور لارڈ کچنر اور گورنران صوبہ خرگاہ ہز مجسٹی پر پہنچے۔
اور ان کو حضور وائسرائے کے آنے تک برآمدہ میں انتظاری ساعات
کرنا پڑا جب حضور وائسرائے کی سواری باتزک و احتشام پہنچی تو تقریباً
دو منٹ تک آپ نے انتظار کیا۔ کہ ہز مجسٹی استقبال کے لئے تشریف
لائیں۔ لیکن چونکہ ہز مجسٹی دوستانہ حیثیت سے وارد ہندوستان ہوئے تھے
نہ کہ کمی بیشی مراتب کا خیال دل میں رکھ کر۔ اس لئے آپ نے اپنی شان
خودداری کے خلاف سمجھا کہ دوست کی تواضع اور آؤ بھگت سے ایک قدم
بھی آگے رکھیں۔ اس لئے حضور وائسرائے ہی کو اپنے دوست کی خاطرداری
و خوشنودی مدنظر رکھکر اور گاڑی سے اترکر ملاقاتی خیمہ کی طرف بڑھنا ضروری

ہوا۔ آپ آگے بڑھے اور ہز مجسٹی نے درخیمہ ملاقات پر حضور وائسرائے کا
استقبال کیا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے۔ چند منٹ تک باتیں ہوتی رہیں۔ اور
اِس اثنا میں بھی منتظران درخیمہ کو باریابی کا موقعہ نہ مل سکا۔ جب حضور وائسرائے
رخصت ہونے لگے اور ہز مجسٹی نے درخیمہ تک ان کی مشایعت کی۔ اسوقت
حضور وائسرائے نے ان ذی منصب عہدہ داروں کو پیش کیا اور تعارف
اور سلام کرایا۔ اور ہز مجسٹی ان لوگوں سے ویسے ہی پیش آئے جیسے
کہ حضور وائسرائے ہز مجسٹی شاہ جوان دولت کے سرداروں سے اپنے
ملاقاتی دربار میں بر سر دربار پیش آئے تھے۔ لیکن جیسے آپ اپنی خودداری
کو عزیز رکھتے ہیں۔ ویسے ہی دوسروں کی واقعی عزت کی بھی قدر جانتے
ہیں۔ اور اپنی طرف سے اس کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہیں فرماتے۔

آگرہ کے ایک درباری موقعہ کا ذکر ہے کہ حضور وائسرائے نے
ایک تقریر کی۔ اور ہز مجسٹی کا ترجمان اُس کا فارسی میں ترجمہ کرکے ہز مجسٹی
کو سنانے لگا۔ اور حضور وائسرائے کے ہر قول کے آغاز میں کہتا رہا۔ وائسرا
عرض میکند تو ہز مجسٹی نے فرمایا بگو فرمانفرائے ہند مے فرمائید
ترجمان نے اِس اصلاح مناسب کے جواب میں عرض کیا قربانت گردم
اور پھر ترجمہ شروع کردیا۔ چونکہ عرض میکند زبان پر چڑھا ہوا تھا پھر کہ گیا
وائسرا عرض میکند ہز مجسٹی نے پھر روکا۔ اور فرمایا بلکہ بگو فرمانفرمائے ہند
مے فرمائید۔ دوبارہ ٹوکنے پر ترجمان اتنا سنبھل گیا کہ پھر اُس نے عرض میکند
نہ کہا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ ہز مجسٹی خودداری کے
موقعوں پر اپنی خود خودداری کی پوری حفاظت کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی

دوسروں کے حفظ مراتب کا بھی کما حقہ خیال رکھتے ہیں۔

اِس سے بھی ایک لطیف تر واقعہ دربار عطائے خطاب میں اور پیش آیا جس سے ہز مجسٹی کی نہ صرف خودداری ہی عیاں ہے بلکہ رسائی طبیعت نکتہ فہمی بھی۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جو اعلیٰ خطاب برطانیہ اعظم اور ملک معظم اعلیحضرت قیصر ہند اڈورڈ ہفتم مرحوم کی طرف سے حضور ہز مجسٹی کو دیا جانا قرار پایا تھا وہ اعلیٰ خطاب خود حضور وائسرائے کو حاصل تھا اِس لیے حضور وائسرائے اپنی طرف سے بحیثیت نائب السلطنت ہونے کے بھی ہز مجسٹی کو وہ خطاب دینے کا اختیار نہ رکھتے تھے اِس لئے قبل اِس کے کہ حضور وائسرائے ہز مجسٹی کو وہ خطاب عطا کریں فارن سکرٹری نے ملک معظم کا ایک خاص فرمان پڑھا۔ جس میں حضور وائسرائے کو بہ نیابت شاہی خود خطاب دینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ جب یہ فرمان پڑھا جا چکا اور فارن سکرٹری نے یہ وارنٹ حضور وائسرائے کو دے دیا اور لارڈ کچنر جی سی بی اور لفٹنٹ سر چارلس ایجرٹن جی سی بی ہز مجسٹی کو عطائے خطاب دینے کے لئے حسب ایمائے حضور وائسرائے کھڑے ہوئے تو ہز مجسٹی اپنے تخت سے جو حضور وائسرائے کی دائیں جانب تھا ایک یا دو سیڑھی نیچے اُترے تاکہ حضور وائسرائے نشان و خطاب مرحمت فرما دیں۔ اور باواز بلند انگریزی زبان میں یہ برجستہ فقرہ زبان مبارک سے فرمایا" یہ تعظیم ملک معظم شاہ ایڈورڈ ہفتم کے لئے ہے"۔ یہ فقرہ جیسا کہ چست اور برمحل اور خودداری کا اظہار کرنے والا ہے محتاج بیان نہیں جو لوگ کہ نقاد کلام ملوک ہیں اور رموز سیاست و سلطنت کو جانتے ہیں وہی کچھ خوب اس کو سمجھتے ہیں۔ یہ واقعہ ہز مجسٹی کی نکتہ سنجی

اور رسائی طبع کا بہترین ثبوت ہے۔ اور اسی واقعہ کی لاعلمی کی وجہ سے اکثر کو یہ اعتراض کرنے کا موقعہ ملا تھا کہ امیر صاحب ایک نائب السلطنت کے روبرو کھڑے ہوئے۔ اور قدرے سرخم کرنے سے اس موقعہ پر اپنے داب شاہانہ کو کما حقہ ملحوظ نہ رکھ سکے۔ لیکن یہ وضاحت ان کی غلط فہمی کو یقیناً رفع کر دیگی۔ اس نکتہ فہمی کے ساتھ ہز مجسٹی کی خوش طبعی اور لطیفہ گوئی کے متعلق بھی ایک لطیفہ سننے کے قابل ہے۔ اہل مغرب کا دستور ہے کہ دوستانہ دعوتوں میں جب ایک کو دوسرے سے اپنی دوستی کا اظہار کرنا منظور ہوتا ہے۔ تو اُن میں سے ہر ایک اپنی چاء کی پیالی اپنے دوست کے سامنے کر دیتا ہے جس سے گویا دوستانہ ایثار کا اظہار منظور ہوتا ہے ہز مجسٹی شاہ جوان دولت اور حضور وائسرائے بہادر بالقابہ جب دعوت کے وقت ایک میز پر کھانا کھانے بیٹھے تو حضور وائسرائے نے اپنے دستور کے موافق اپنی چائے کی پیالی ہز مجسٹی کی خدمت میں پیش کی ہز مجسٹی نے وہ پیالی لیکر فرمایا۔ یہ مغربی دستور ہے کہ دوست کی اس طرح تواضع کی جاوے۔ لیکن ہمارا مشرقی دستور یہ ہے کہ چاء کو نصف نصف کر کے دو دوست باہم پیتے ہیں۔ آپ تواضع فرما چکے اب میری باری ہے۔ یہ فرما کر وہی پیالی جو حضور وائسرائے نے پیش کی تھی دو پیالیوں میں آدھی آدھی کر کے اُن میں سے ایک پیالی حضور وائسرائے کے سامنے رکھ دی۔ حاضرین ہز مجسٹی کی یہ فرزانہ اور پر لطف معنی خیز تقریر سنکر عش عش کرنے لگ گئے۔ اور مہمان و میزبان نے مغربی و مشرقی دستور کو ایک ساتھ پورا کر کے چاء نوش فرمائی۔

سادگی

ہز مجسٹی شاہ جوان دولت بالکل سادہ مزاج ہیں۔ اور تکلف و نمود کو پسند نہیں فرماتے۔ اور مشرقی بادشاہ ہو کر اس قدر سادگی پسند ہونا۔ اور پھر جوان سالی میں۔ بالکل عجیب بات ہے جس وقت کہ تمام نہیں تو تقریباً تمام مشرق نام و نمود اور تکلف پر مٹا ہوا ہے۔ اور ظاہری نمود و نمائش ہی کو ذریعہ وقعت سمجھتا ہے۔ شاہ اعظم کا سادگی اختیار کرنا بالکل عجیب بات ہے۔ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی سادگی مشرق میں بالکل لاجواب ہے دوران سیاحت میں اکثر مقامات پر آپ ریل سے اترے خلقت کا ہجوم ہنو کی طرح نگاہ جما جما کر آپ کی صورت کو دیکھنا چاہتا تھا آپ سامنے سے ہو کر نکل گئے اور نگاہیں دھوکہ کھاتی ہی رہ گئیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ مشرقی نگاہیں اس بات کی خوگر ہو رہی ہیں کہ وہ رؤسا کو بھی ممتاز حیثیت میں دیکھیں۔ لیکن ہز مجسٹی میں امتیاز کہاں اور اگر ایسے وقت میں کچھ تھا بھی تو وہ اتنا کم کہ لوگ اس سے پتہ نہ لگا سکے کہ شاہ کا کونسا ہے آپ کا لباس بالکل سادہ اور سپاہیانہ ہوتا ہے۔ ایک معمولی درجے کے افغان میں اور آپ میں اس سے امتیاز (وہ بھی صرف اسی حالت میں جبکہ بضرورت اُس کا اظہار منظور ہو) نہیں ہوتا کہ آپ کی ایرانی وضع کی ٹوپی میں جو ادنےٰ درجے کے سپاہی کی وردی تک میں داخل و شامل ہے۔ ایک چاند لگا رہتا ہے اور بس عموماً ہر وقت آپ ایک نیچا کوٹ زیب تن فرماتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت ایک اُوور کوٹ اُس کے اوپر پہن لیتے ہیں جب دورہ فرماتے ہیں تو اکثر سرتاپا فوجی لباس ہوتا ہے۔ چنانچہ آگرہ میں جو فوٹو

اُس میں بھی بجائے اس کے کہ آپ کوئی اور زرق برق لباس پہنکر اور کسی شاہی امتیاز کے ساتھ شریک دربار ہوں اسی فوجی لباس میں شریک دربار ہوئے۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ ہزمجسٹی نے یہ سادگی وضع صرف ہندوستان کے لئے اختیار کی ہے۔ اور اسی عرصہ کے لئے اپنے ہمراہیوں کو بھی سادگی کے قالب میں ڈھالا ہے۔ کیونکہ آپ ایک ایسی سلطنت کے مہمان ہوکر آئے ہیں جو یورپ بھر میں سادہ وضع رکھتی ہے اور سادگی پسند سپاہیانہ اطوار ہے۔ ورنہ افغانستان میں ہزمجسٹی بھی وہی مشرقی طمطراق رکھتے ہیں۔ لیکن در حقیقت یہ خیال بالکل غلط ہے افغانستان کا ملک خود سادہ بدویانہ اور سپاہیانہ وضع میں بسر کرنے والا ہے تکلف سے اُس کو ہمیشہ عار ہے۔ اِس لئے اس کے عادات و اطوار بھی سپاہیانہ اور مردانہ چلے آتے ہیں۔ جیسے ہزمجسٹی بھی ہندوستان میں ایک سادی اور سپاہیانہ وضع میں دیکھے گئے۔ وہی وضع قطع ان کی اپنے ملک میں ہوتی ہے۔ بغیر کے گھر جاتے ہیں تو بن سنور کر جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ ہر وقت کا روپ بھی کھو کر۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ ہزمجسٹی کی یہ سادگی موقت اور عاریت تھی سراسر خلاف عقل ہے۔ آخری شاہان مغلیہ جن کی حکومت صرف دہلی یا قلعہ ہی میں رہ گئی تھی ان کا بھی یہی حال تھا کہ دربار میں حاضر ہونے والے کو سات زمین بوس آداب شاہی بجالانے پڑتے تھے اور ہر آداب پر نقیب خدا جانے کیا کیا کلمات تعظیم پکارتا جاتا تھا برخلاف اس کے ہزمجسٹی کا دربار ایک فوجی مشورت خانہ کی مانند ہوتا ہے۔ جو لوگ دربار میں جاتے ہیں "السلام علیکم یا امیرالمومنین" باواز بلند کہکر اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں

یا خاموشی کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ عرض معروض کے وقت کوئی عرض حال کرنے والا ہوتا ہے تو دار وغہ عرض جا کر اُسے خدمت میں پیش کر دیتا ہے اور وہ بھی اسی اسلامی طریقہ سے سلام ادا کرتا ہے۔ یہ پہلے ہی اس کو ہدایت ہوتی ہے کہ اثنائے عرض میں ہز مجسٹی کو خداوند جیسے لفظ سے جو ہمارے یہاں بالکل معمولی ہو رہا ہے نہ پکارے۔ اور کسی ایسے لفظ سے خطاب نہ کرے جو خلاف شریعت یا مخصوص باللہ ہو۔ بجائے تخت کے آپ کرسی پر دربار فرماتے ہیں۔ ایک مختصر سی خوبصورت میز مع ضروری سامان کے سامنے ہوتی ہے۔ اور ایک غلام بچہ پیچھے کھڑا چنور ہلاتا رہتا ہے۔ اکثر امرائے دربار اور ارکان سلطنت کا لباس بھی سپاہیانہ ہوتا ہے۔ البتہ علما اپنی عبا قبا میں ہوتے ہیں پس جس بادشاہ کا دربار بایں سادگی مرتب ہوتا ہو وہ اگر انتہا درجے کا سادگی پسند نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کیونکر اس کی سادگی کو عارضی اور موقت کہا جا سکتا ہے۔

عفو و درگذر

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شاہ جوان دولت طبعاً اور فطرتاً رقیق القلب رحم دل واقع ہوئے ہیں ایسی فطرت سے عفو و درگذر کا ظہور میں آنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ لیکن ایک بادشاہ و حکمران کا عفو کو کام فرمانا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک عامی اپنے معاملات میں درگذر سے کام لے۔ کیونکہ بسا اوقات مصلحت

سیاست کا ایک مجرم کو معاف کر دینا آئندہ کے لئے ایسی مشکلات
اور خرابیاں پیدا کر دیتا ہے جن کا دفعیہ آسان نہیں ہوتا۔ اور اِس درگذر
کا اثر بادشاہ کی ذات سے آگے بڑھکر دُور دُور پہنچتا ہے۔ پس ایسے
مجرموں کے جرموں سے درگذر کرنا کہ معافی پاکر آئندہ ملک و سلطنت
کے لئے وبال ثابت ہوں۔ درحقیقت عفو کہلانے کا مستحق نہیں ہے
بلکہ اس کو تساہل و تغافل سے تعبیر کیا جائے تو مناسب ہے۔ اسی قسم
کے مجرموں کی تمیز کر سکنے اور نہ کر سکنے کی وجہ سے بادشاہ سخت گیر
اور سہل گیر کہلاتا ہے۔

سخت گیر ذرا سے شبہ پر بھی سختی کرنے سے نہیں چوکتا۔ اگرچہ
وہ اپنی جبروت سے اپنے آپ کو اور ملک کو بہت سی مشکلات
سے بچا لیتا ہے۔ لیکن اس کے اس برتاؤ سے رعایا سہم جاتی ہے
اور امید کی نسبت بیم بڑھ جاتا ہے۔ جو فی الحقیقت اچھا نہیں سہل گیر
بادشاہ چونکہ قابل سزا مجرموں سے تو درگذر نہیں کرتا بلکہ انہیں کو معاف کرتا
جن کی معافی سے آئندہ کوئی نیک نتیجہ ہو سکتا ہو۔ اس لئے رعایا
کے دل میں اس کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور خوف سے
اس کی امید زیادہ۔ اور فی الواقع ایسا ہی بادشاہی عفو ہونا چاہیئے
یہ ایک مسلّم بات ہے کہ ہز مجسٹی بہت بڑے درگذر کرنے
کرنے والے ہیں۔ اور اس خصوص میں پدر بزرگوار کی سیاست سے
انہوں نے اپنا طرزِ عمل بالکل جدا گانہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ
ایسے ایسے مجرموں سے درگذر کر جاتے ہیں کہ جن کی نسبت لوگوں کو
خیال نہیں یقین ہوتا ہے کہ اس کی جان اور خان مان کی خیر نہیں لیکن

آج تک یہ نہیں سنا گیا کہ آپ نے جن لوگوں کے جرائم و قصور سے درگذر کی۔ پھر کبھی انہوں نے نہ صرف وہی جرم بلکہ کوئی قصور بھی کیا ہو یا اس درگذر سے کوئی ملکی یا قومی خرابی پیدا ہوئی ہو۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہز مجسٹی نہ صرف عفو و درگذر ہی کرتے ہیں بلکہ عفو و درگذر کے محل و موقعہ کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ ایک بہترین مدبر بادشاہ کو سمجھنا چاہئے اور یہی شاہی عفو کی خوبی ہے۔ وہ عفو ہی کیا جس کے بعد خود مصیبت کا سامنا ہو جائے واقعات درگذر کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں تاہم اتنا کہدینا ضروری ہے کہ جو فراری یا جلاوطن امیر خلد آشیاں کے عہد میں افغانستان کا نام لیتے ہوئے کانپ اُٹھتے تھے وہ ہز مجسٹی کے عفو کی بدولت نہ صرف افغانستان پہنچے۔ بلکہ جلیل القدر مناصب پر مامور ہیں اور اب خود ان کو اپنی نسبت یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی جرم بھی کیا تھا +

دادودہش

سنہ ۱۹۰۷ء میں ہز مجسٹی ہندوستان میں تشریف لائے تھے بہت سے معاملہ نافہم ہز مجسٹی کی دادودہش کا پتہ اُس دو ماہ قیام سے لگانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ ہز مجسٹی ہندوستان میں اپنی دادودہش کا اظہار کرنے نہیں آئے تھے۔ اور بیجا نام ونمود کی آپ کی پروا نہ تھی۔ کہ اس کا خیال حضور کو اس طرف غیر معمولی طور پر متوجہ کر دیتا۔ ہز مجسٹی کی دادودہش دیکھنی یا اُس کا صحیح اندازہ کرنا منظور ہو

تو افغانستان جاکر دیکھنا چاہئے ۔ یا افغانوں کے بیان سے مدد لینی چاہئے
کیونکہ ہزمجسٹی ایسے اعتدال پسند واقع ہوئے ہیں کہ ناحقدار کو حقدار پر
کسی طرح ترجیح دینا گوارا نہیں فرماتے ۔ اور آپ کی داد و دہش کا حق جو افغانستان
اور افغانوں کو حاصل ہے وہ ہندوستان اور ہندوستانیوں کو کسی طرح
حاصل نہیں ہوسکتا ۔ تاہم ہزمجسٹی چونکہ بالطبع سخی ہیں ۔ اس لئے اثنائے
سیاحت میں بھی کہیں نہ کہیں اس جوہر کا ظہور ہوئے بغیر نہ رہا ۔ مگر پھر بھی آپ
نے وہی مواقع اختیار کئے جو فی الجملہ کسی بنا پر حق رکھتے تھے ۔ مثلاً علماء
و آئمہ متبرک مقامات و درسگاہوں کو آپ کے جود باسود سے ضرور
انتفاع کا موقعہ ملا ۔ ہندوستان کی اسلامی درسگاہیں فی الجملہ آپ کی
عنایات کریمانہ کی محتاج تھیں ہزمجسٹی نے ان کی یک مشت و دوامی امداد
فرمائی ۔ مگر ساتھ ہی کہدیا کہ جو کچھ میں دیتا ہوں اگرچہ یہ ناچیز عطیہ خود مجھے
بھی زیادہ وقیع معلوم نہیں ہوتا لیکن میں اس سے زیادہ مدد نہیں کرسکتا
کیونکہ افغانستان غریب ملک ہے ۔ اور سب سے زیادہ میری امداد کا
محتاج اور حقدار ہے ۔ بایں ہمہ احتیاط و خود اندیشی بھی اثنائے سیاحت
میں دو واقعات ایسے پیش آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات
طبیعت سے مجبور ہوکر شاہانہ کرم پر آمادہ ہو ہی جاتے ہیں ۔ چنانچہ کلکتہ میں
آپ کو منٹو فیٹ (مینا بازار لیڈی منٹو) میں جانے کا اتفاق ہوا بازار
بہت پسند فرمایا اور اُس دوکان سے کہ جس پر خود لیڈی منٹو جلوہ فرما تھیں
ہزاروں کا مال خریدا ۔ اور پھر وہ سب غربا کے لئے چھوڑ دیا ۔ اور ایک
ہاتھ میں دو بازی جیت لیں ۔ غربا کے لئے بخشش ہوگئی ۔ اور میزبان والا قدر کی
قدر و توقیر ۔ شاید یہ واقعہ بعض نظروں میں داد و دہش کے لحاظ سے زیادہ وقیع

نہ ہو لیکن آگرہ کا دوسرا واقعہ بالکل عجیب ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ہز مجسٹی سیر کو نکلے۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا ایک انگریز بھی اپنی خوردسال لڑکی کو ساتھ لئے کھڑا تھا جب ہز مجسٹی سامنے سے نکلے لڑکی کے چہرہ اور حرکات سے ایسی ادائے مسرت ظاہر ہوئی کہ اس نے عام تماشائیوں سے اسے ممتاز کردیا۔ ہز مجسٹی کی بھی نظر پڑ گئی۔ آپ نے فرط مسرت سے لڑکی کو گود میں اٹھا لیا اور اُسی وقت ایک موتیوں کا ہار اُس لڑکی کو پہنا کر فرمایا۔ ایں عطیہ شاہ است۔

راست گوئی

ہز مجسٹی خود راست بیان ہیں اور راستی پسند۔ جو دل میں ہوتا ہے صاف کہ گذرتے ہیں حتیٰ کہ تکلفات کے موقعہ پر بھی دل کی بات کہے بغیر نہیں رہتے بموقعہ سیاحت جب آپ کوہستانی دشوار گذار راستہ طے کرنے کے بعد پشاور پہنچے ایک ذی منصب انگریزی عہدیدار نے جو استقبال پر مامور تھا بعد مزاج پرسی کہا "امید ہے کہ ہز مجسٹی نے راستہ بہت ہی آرام سے طے فرمایا ہوگا" ہندوستانی کیا اگر کوئی یورپین بادشاہ بھی ہوتا تو ایسے موقع پر یہی کہتا کہ "ہاں میں بہت آرام سے آیا" لیکن ہز مجسٹی نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہی نے ہندوستان و افغانستان کا درمیانی راستہ ایسا بنایا ہے جو تعجب خیز ہے اور کسی طرح آرام سے طے نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ میں "بہت ہی آرام" سے یہاں پہنچتا تاہم جو وسائل آرام کے ہو سکتے ہیں وہ ضرور سب پورے کر دیئے گئے تھے۔ علیگڈھ کالج میں قدم رکھتے ہی فرمادیا کہ میں کالج

کی شکائتیں سنتا رہا ہوں اس لئے میرا گمان اس وقت تک اس کی نسبت کچھ اچھا نہیں ہے ہاں یہ ممکن ہے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد میرا یہ خیال بدل جائے +

اسی قسم کے بیسیوں اور واقعات اس چندروزہ سفر میں ایسے پیش آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزمجسٹی انتہادرجے کے راستباز ہیں اور خلاف ضمیر ایک لفظ زبان سے نہیں فرماتے +

شوق استفادہ

ہزمجسٹی کی سیاحت ہند کی جو غرض عام طور پر مشتہر ہوئی تھی اور سمجھی جاتی تھی وہ یہی تھی کہ ہزمجسٹی حضور لارڈ منٹو کی ملاقات اور چندایام سیروشکار تفریح اور دل خوشکن باتوں میں گذارنے کے لئے ہندوستان تشریف لائینگے لیکن اثنائے سیاحت میں جو شوق استفادہ حضور نے ظاہر فرمایا وہ اتنا زیادہ تھا کہ یہ کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ آپ کی سیاحت کی غرض ہی استفادہ تھی اور بس۔ آپ نے ہندوستان کی ایک ایک چیز کو اس طرح ملاحظہ فرمایا گویا اُس کا نقشہ ساتھ لے جارہے ہیں۔ کہیں سپاہی کو معمولی وردی میں دیکھکر فرمایا کہ میں اس کو بہترین وردی اور پوری طرح مسلح دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہیں اسلحہ کو اس غور وخوض سے ملاحظہ فرمایا کہ گویا اسے آپ نہ صرف پسند فرماتے ہیں بلکہ اپنی فوج کو بھی اسی سے مسلح کرنا چاہتے ہیں۔ فوجی ریویو دیکھے تو ایسی مبصرانہ نگاہ سے کہ ادنےٰ ادنےٰ حرکات بھی نظروں سے نہ بچ سکیں۔ اور پھر جو نتیجہ نکالا وہ ایسا صحیح اور برجستہ کہ اعلیٰ سے اعلیٰ فوجی مبصر بھی اُس سے بہتر اور برجستہ رائے

قائم نہیں کر سکتا ؛

کارخانوں کو معائنہ فرمایا تو اس طرح کہ گویا اس کی نقل کل ہی کابل میں بنائی جائیگی۔ کہاں ایک بادشاہ کا دوسری سلطنت کا مہمان ہو کر آنا اور کہاں کپڑے جوتے بسکٹ لوہے لکڑی کے کارخانوں کو چھانتے پھرنا۔ اور ہر ہر پرزے کو دیکھنا۔ سینکڑوں کی خود تصویر لینا۔ یہ سب باتیں بتارہی ہیں کہ ہز مجسٹی کو استفادہ کا بیحد شوق ہے ؛

چنانچہ اثنائے سیاحت میں دہلی میں آپ نے چند کارخانے ملاحظہ فرمائے تھے اور عید کے بعد جو دربار شاہی منعقد فرمایا تھا اُس میں دہلی کے چیدہ چیدہ ہندو مسلمانوں کو مدعو کیا تھا اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس قسم کے کارخانے میں نے دہلی۔ کانپور وغیرہ شہروں میں دیکھے ہیں اور آئندہ دیکھوں گا وہ بہت جلد افغانستان میں قائم کروں۔ اسی لئے میں ہر مشین اور اُس کے آلات کو غور کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ اور دیکھونگا۔ واقعی چیف کمشنر پشاور نے ہز مجسٹی کے مبصرانہ انداز کو دیکھکر بے مثل رائے ظاہر کی تھی کہ ہز مجسٹی ایک مستعد طالبعلم ہیں جو ہندوستان سے بہت سے مفید سبق حاصل کرینگے اور واپسی پر افغانستان کو معلم بن کر پڑھائیں گے ؛

خوش طبعی

بایں ہمہ وقار و متانت جو ہر وقت سایہ کی طرح ہز مجسٹی کے ہمراہ رہتی ہے آپ ظرافت و خوش طبعی سے بہرہ وافی رکھتے ہیں۔ اور کسی وقت تمکین کو بالائے طاق رکھکر مزاح فرمانا بھی لازمۂ زندگی اور اپنی اور اوروں

کی خوش دلی کا باعث تصور فرماتے ہیں اور مزا یہ کہ اکثر مزاح فرمانے سے قبل کہتے ہیں کہ صاحبو! اب میں مزاح کرتا ہوں۔ پھر بھی آپکی ظرافت بے مثل ہوتی ہے +

ہر مجلس کا اخلاقی منظر ایسا نہیں کہ جلدی ختم یا اُس سے طبیعت سیر ہو جائے لب لباب یہ ہے کہ آپ فرشتہ سیرت ہیں۔ بادشاہ ہیں۔ عالم صفت عامل فضیلت۔ سپاہی خصلت۔ عادل مہربان حلیم منکسر المزاج۔ خوددار متواضع۔ خداترس۔ خداپرست۔ نیک دل۔ نیک طینت۔ خلیق۔ ملنسار کہ باتوں باتوں میں وحشیوں کو رام کر لینا آپ کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں۔ آپ خود سپاہی ہیں اور سپاہی کی قدر کرتے ہیں۔ اسی لئے سپاہی بھی آپ کے گردیدہ ہیں۔ سپاہی کی رکھ رکھاؤ اور اس کے دل خوش رکھنے کی آپ کو ایسی تدبیریں آتی ہیں جن کو جادو کہا جائے تو بجا ہے۔ اور سچ پوچھو تو سپاہی ہی پر کچھ منحصر نہیں۔ آپ کا تسخیر قلوب کا عمل ایسا چلتا ہوا ہے کہ کہیں بھی نہیں رکتا۔ بیباکی و سادگی آپ کے مزاج میں ایسی ہے کہ سیر و تفریح کے وقت میں باڈیگارڈ وغیرہ کو ساتھ نہیں لیتے۔ کیا کوئی اور خود مختار ایشیائی بادشاہ ایسی سادہ مزاجی کا اظہار کر سکا ہے +

آخر میں دعا ہے کہ الہ العالمین بطفیل رسول کریم سراج الملت والدین کا سایہ ہما پایہ مدت مدید و عرصۂ بعید تک رعایائے دولت خداداد افغانستان کے سروں پر قائم رکھے آمین +

تمام شد

(2139)